Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 38, Sr.No.108, 2017 pp 75 - 88

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۸، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۷ء، شمارہ ۱۰۸

”دیوے تھلّے“ میں سماجی حالات کی عکاسی

ڈاکٹر ثمینہ بتول☆

Abstract:

"Deevay Thllay" is the poetry book authored by Dr. Faqir Muhammad Faqir.Dr. Faqir was famous writer and poet of punjabi language.He was an active supporter and contributer to indian freedom movement through his poetry and writings.In this article the researcher has discussed the social espects of punjabi poems including "Deevay Thllay".

Keywords:

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ایک عالم، فاضل، محقق، دانشور، ایڈیٹر، نثر نگار اور ترجمہ کار ہونے کے ساتھ ساتھ منجھے ہوئے شاعر بھی تھے جنھوں نے شاعری کی کسی ایک صنف میں طبع آزمائی نہیں کی بلکہ نعت، رباعی، دوہڑے، غزل اور نظم بھی لکھی۔انہوں نے کئی شعری مجموعے لکھے جن میں ان کی نظموں کا مجموعہ ”دیوے تھلّے“ شامل ہے۔اس کتاب میں شامل تمام نظمیں ڈاکٹر فقیر کے شعری سفر کے آخری دور کی نظمیں ہیں جب پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور بنگلہ دیش بن چکا تھا۔

شعری ریت روایت کے مطابق شاعر نے ابتدا میں حمد و ثنا کے موضوع پر کئی نظمیں لکھیں جن میں ”کارساز“، ”کاتب“، ”بے آبروئی“ جیسے عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔”کارساز“ نظم میں شاعر نے اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق سے برا سلوک کرنے والے کو اللہ کی ناشکری کرنے والا کہا ہے جبکہ ”کاتب“ نظم میں شاعر نے قدرت کے حوالے سے موسم، بادل، پہاڑ، پانی، خزاں، بہار، پھول، پرندے، سیپیوں کا ذکر کرتے ہوئے

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پنجابی، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

اللہ کی برائی بیان کی ہے اور اللہ سے عشق کا درس دیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ کی ذات سے عشق کر کے فقیر اپنی تقدیر کا کاتب خود بن سکتا ہے۔

وچ بہار جنور خزاں دے، رونے بھلدے جاندے نیں
سون دیاں پھوہراں وچ سکے، ڈھینگر پھلدے جاندے نیں (1)

نظم ''بے آبروئی'' میں شاعر نے اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے اس کی پیدا کی ہوئی مخلوقات کی بات کی ہے جس کی کوئی حد نہیں لیکن اس کو پیدا کرنے والا اللہ صرف ایک ہے۔ ایک اللہ کی عبادت کرنے والے کو در در کے دھکے نہیں کھانے پڑتے لیکن کسی غیر کو پوجنے والے کو کئی دروازوں پر دستک دینی پڑتی ہے یعنی گائیں، بندر اور بچھڑوں کو پوجنے والے انسانوں سے خیر کی اُمید نہیں رکھی جاسکتی :

لگ انسان، حیواناں تھلے کردے کم نہیں اچھے پئے
اک دے منکر جا کے پوجن گا واں، باندر، وچھے پئے (2)

صنف سخن نعت میں حضور ﷺ کی حیات، سیرت وکردار سے متعلق موضوعات کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا جاتا ہے۔ تنویر حسین کے مطابق:

> '' ادبی اصطلاح میں نعت وہ صنفِ نظم ہے جس میں نور مجسم، شفیع معظم، احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ کے اوصافِ حمیدہ، انکی ذات وصفات، عادات وفضائل، معمولات ومشغولات اور شخصی حالات کا بیان ہوتا ہے۔ نعت اصل میں ایک مسلمان کی نبی پاک ﷺ کی ذات سے خلوص اور عقیدت کا مظہر ہے۔''(3)

''نعت'' میں ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے حضور ﷺ کی ثنا بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے شر کو خیر میں بدلا، مشکل کشا بھی آپ ﷺ کی ذات ہے اور سلطان، سردار اور کفار بھی، آپ ﷺ سے ہی اپنی مشکلوں کے حلکی توقعات رکھتے ہیں:

حل مشکلاں دے قول نے کیتے جنابؐ دے
مولاؐ! تسیؐ جہان دے مشکل کشا تسیؐ
کردے اوس آدمی تے فرشتے وی رشک نیں
جس آدمی نوں دیندے او بندہ بنا تسیؐ (4)

حمد ونعت کے بعد ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے نظم ''غوث الاعظم'' میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے محبت وعقیدت کو بیان کرتے ہوئے اسلام کے بارے میں ان کے بتائے ہوئے درس کا موجودہ دور سے موازنہ کیا ہے کہ اب قرآن کی بجائے ہیر رانجھے کی داستانیں شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ حضرت عبدالقادر

جیلانی روزے اور تقویٰ کا درس دیتے تھے جبکہ موجودہ دور میں مسجدوں میں بریانی کھانے اور فرض نمازوں کی بجائے غزلیں اور نظمیں پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے۔ حضرت عبدالقادر جیلانی نے ''جودم غافل سودم کافر'' کا درس دیا تھا جو کہ موجودہ دور میں لوگوں نے بھلا دیا ہے اور وہ اب مختلف راہوں پر چل پڑے ہیں۔

ایہہ اج رانجھے ہیر دیاں پے سارے رل کے سراں الاپن
تساں ہمیش قرآن پڑھایا وچ مسیتاں غوث الاعظمؒ (5)

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے ''کھوجی'' نظم میں عشق کا موضوع بیان کرتے ہوئے عشق کے رستے میں درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے عاشق کے دربدر ہونے کے علاوہ عشق کی منزل نہ ملنے کا ذکر کیا ہے۔

عارف عبدالمتین رقم طراز ہیں :

'' ڈاکٹر فقیر محمد فقیر عشق تے عقل نوں وی عمل تے بے عملی دے حوالے نال ویکھدے نیں تے اوس عشق دی حمایت کردے نیں جیہڑا ''کرتوتاں'' کردا اے تے اوس عقل دی مذمت کردے نیں جیہڑی صرف ''زبانی گلاں'' کردی اے۔''(6)

عشق کے دریا میں کودنا آسان نہیں بلکہ اس منزل پر چلنے کے لیے اپنے آشیانے کو جلا کر ہجر و فراق اور جدائی کی تڑپ برداشت کرنی پڑتی ہے جیسے :

گھاڑ محبت پھر دے گھڑ دے چڑھدیوں لہندے لہندیوں چڑھدے
ساڑے ویکھ عشق دے سڑدے آکھے خلقت واہ بھائی واہ
لبھدے پریم نگر دا راہ پے گئے عاشق فیر کراہ (7)

شاعر سماج کے حساس لوگ ہوتے ہیں جو اپنے اردگرد کے حالات کو اپنے ذہن پر نقش کر لیتے ہیں اور پھر انہی حالات کو لفظوں کی ترتیب سے شعری روپ میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔

''مختصر پنجابی لغت'' میں سماج کے معنی اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

''سماج : رہتل سوسائٹی، اک تھاں رہندے لوکاں دی ملی جلی سبھا گروہ سانجھی انسانی رہت (وڈے یا چھوٹے پیمانے تے)۔''(8)

اخلاق ''خلق'' کی جمع ہےجس کے معنی عادت اور فطرت کے ہیں۔ انسان کی عادات، رویے اور ملنے جلنے کا انداز اخلاق کہلاتا ہے۔ اخلاقیات ''اخلاق'' کی جمع ہے۔ اخلاقیات انسانی رویے کا مطالعہ ہے۔

''جامع اللغات'' میں اخلاق کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے :

'' وہ علم جس میں تہذیب، عادات و خصائل انسانی کے اصول و معانی و مبادی مناظر پر بحث ہویا

دوسرے الفاظ میں وہ علم جس میں تہذیب، نفس اور معاد و معاش وغیرہ کی نسبت بحث ہو۔''(9)

قرآن پاک میں کئی جگہوں پر اخلاقیات سے پیش آنے کا درس دیا گیا ہے۔ جبکہ کفار بھی حضورﷺ کے اخلاق سے متاثر تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اخلاقی قدریں زوال پذیر ہو چکی ہیں۔ موجودہ سماج میں رہنے والے لوگوں کو بے حسی، نفرت، بے مروتی، ظلم، جھوٹ، نفسانفسی، لالچ، حرص و طمع، فریب اور منافقت جیسی برائیوں نے گھیر رکھا ہے۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے اپنی کئی نظموں میں اخلاقی قدروں کی زوال پذیری کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے جن میں ''یار ماراں دا گلہ'' اور ''راز'' شامل ہیں۔ نظم ''یار ماراں دا گلہ'' میں شاعر نے شکوہ شکایت کو موضوع بناتے ہوئے یاروں، دوستوں اور رقیبوں سے کوئی گلہ نہیں کیا بلکہ سماج میں رہنے والے لوگوں کے حوالے سے کہیں صوفی اور دیندار لوگوں کے شکووں کو بیان کیا ہے تو کہیں تنگدستوں کی تنگدستی جبکہ مالدار کو مالدار لوگوں سے ہونے والے شکوہ شکایت کو خوبصورتی سے لکھا ہے:

تنگدستاں نوں ایں جھورا، تنگدستاں دا کتے

مالداراں نوں ایں کدھرے، مالداراں دا گلہ (10)

نظم ''راز'' میں ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے موجودہ دور میں زوال پذیر ہونے والی اخلاقی قدروں کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ کوئی بھی کسی کا سچا ہمدرد و غمخوار نہیں رہا۔ ریاکاری، دکھاوا، مطلب پرستی اور وفاداری کو داغ دار کر دیا گیا ہے جبکہ نیک لوگوں کا بھرم گنوایا جا رہا ہے اور چھوٹے بڑے، اپنے پرائے، دوست دشمن کسی کا لحاظ نہیں رہا:

بن کے سُرتی وان، کڈھدی، کھوج بے سُرتاں دی سُرت

بھنڈدے ویکھے نیں، بے خبرے، خبرداراں دے راز

مالکاں دی مِلک، بن دی، کامیاں دی، مِلک نہیں

چاکراں دے بھیت نہ، بن دے نیں سرداراں دے راز (11)

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے کچھ نظموں میں منافقت کو مختلف انداز سے بیان کیا ہے ان میں ''اَت خدائی ویر''، ''حساب''، ''جھوٹے دیوتے'' شامل ہیں۔

نظم ''اَت خدائی داویر'' میں شاعر نے ایسے منافق مسلمانوں کی تصویر کشی کی ہے جو صرف نام کے ہی مسلمان ہیں اور اُن کے دل میں دوسروں کے لیے خیر کی بجائے شر کے جذبات ہیں۔ وہ مختلف طریقوں سے ملک کو لُوٹنا چاہتے ہیں:

چور، اُچکے، راکش، پاپی، ڈاکو، خونی، ظالم کُبے

گورے، لاکھے، چٹے، کالے، سکے بورے ڈب کھڑبے

چھہہ لا کے نیں بیٹھے سارے ویری ساڈے سجے کھبے
سر دھڑ بازی لگدی نہیں جے ہون نہ پکے پیر اوئے بابا
اَت خدائی ویر اوئے بابا (12)

نظم ''حساب'' میں منافق لوگوں کا حساب لینے کے لیے عوام کو بیدار کرتے ہوئے ماضی میں ہونے والے ظلم وستم سے آگاہی دی گئی ہے اور حملہ آور لوگوں کو ان کی راہ سے ہٹانے کا درس بھی دیا گیا ہے :

قومی دوئی پاندے ایہہ دو رگے منافق پکے نیں
دینی نعرے، بیدنیاں دے، کن ہن سن دے تھکے نیں (13)

نظم ''جھوٹے دیوتے'' میں صلح امن کے گیت گانے والے اُن منافق اور جھوٹے لوگوں کی بات کی گئی ہے جو بظاہر ہمدرد اور خیر خواہ ہیں لیکن یہی لوگ غریبوں کی لوٹ مار کرنے کے علاوہ شہر گراں کو تباہ وبرباد کررہے ہیں۔

گھرو گھری نے لٹدے پھردے دھاڑے مار غریباں نوں
امرت دی تھاں زہر پئے دیون موڑے کون طبیباں نوں
راہواں دے وچ پھٹے روگی بیٹھے رون نصیباں نوں
اَک دیاں جراح پھٹاں تے مرہماں لاندے پھردے نیں
صلح امن دے جھوٹھے دیوتے جنگ مچاندے پھردے نیں
وسدیاں شہراں نوں داروگر اگاں لاندے پھردے نیں (14)

نظم ''تاریخی غم داہاڑا'' میں کشمیر میں ہونے والے بھارتی ظلم وزیادتی کی طرف اشارہ کیا ہے جو نہ صرف مظلوم اور نہتے لوگوں پر ظلم کرتے ہیں بلکہ عورتوں کی عصمتیں بھی لوٹتے ہیں :

لوکو وے! ایہہ بگھیاڑاں دا روپ، جنونی قوم
دیس اُجاڑا پاندی پھردی، اُجڑی سونی قوم
ناچ کرے پئی، لاشاں گِردے، وحشی ، خونی قوم
آؤ لے پیغام امن دا، کدی پیام برو
لوکو وے! کوئی پاکستان نوں جا کے خبر کرو (15)

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کا انداز بیان اصلاحی ہے۔ وہ سیدھے سادے لفظوں میں نہایت موثر طریقے سے

اپنا پیغام پڑھنے والوں تک پہنچاتے ہیں۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر فقیر ایک قادرالکلام شاعر تھے۔انھوں نے ہر صنف سخن کو جمال و کمال عطا کیا۔ان کے طرز ادا میں ایک ملکوتی حسن اور ایک پر تاثیر معصومیت تھی۔چونکہ ان کی زندگی میں کسی نوع کا کوئی ''دہراپن'' نہ تھا۔اس لئے ان کی تخلیقات میں بھی خلوص اور بے ساختہ پن نمایاں تھا۔وہ سچے جذبوں کے سچے شاعر تھے اور وہ سادہ رنگین اُسلوب میں شعور و آگہی کی وسعتوں کو سمیٹتے چلے جاتے تھے۔''(16)

ڈاکٹر صاحب نے اپنی نظم ''جھوٹھ نہ بولو'' میں زندگی سے تعلق رکھنے والے مختلف معاملات میں جھوٹھ نہ بولنے کی تاکید کرتے ہوئے دھوکے اور فریب کی نندیا کی ہے:

سُن کے سچی سچ سناؤ دھوکھا دیو نہ دھوکھا کھاؤ
کھیہ اڈا کے سر نہ پاؤ ککر وانگ نہ کوڑا پھولو
جھوٹھ نہ بولو، جھوٹھ نہ بولو (17)

شاعر نے نظم ''ڈبا پیر'' میں معاشرے میں بسنے والے معصوم لوگوں کی کمائی پر عیش کرتے ہوئے پیر کے کردار پر نہ صرف روشنی ڈالی ہے بلکہ اس کی بے علمی اور دھوکا دہی کے بارے میں بھی بتایا ہے۔اس کے علاوہ سماج میں بسنے والے لوگوں کے ایمان کی کمزوری اور اپنی زندگی کے اہم معاملات میں پیروں کی دخل اندازی کا نوحہ بیان کیا ہے:

باغ اُجاڑن والا مالی
موئے مارے اِجڑ دا پالی
کورا علموں، عملوں خالی
عاری عقلوں، مورکھ کبا
کالا بگا ڈب کھڑبا
ڈبے پیر دا کھڑکے ڈبا (18)

نظم ''بازی گر'' میں اُن لوگوں کا ذکر کیا ہے جو دوستی کا لبادہ اوڑھ کر مکر فریب اور دھوکا دہی سے لوگوں کا سکون برباد کرتے ہیں:

یار بنا کے کردے ٹھگی ایہہ بیدردے جرم قصائی

خیر مہر دے دیہن دلاسے، شر دے جھنڈے گڈ قصائی
بن کے رہندے روگ ہڈاں دا ایہہ، بے مہر کُھڈ قصائی
مکر فریباں دی وچ دنیا سے ایہناں دے نیں درآئے
بازیگری سکھاون ساہنوں، باہروں مڑ بازیگر آئے (19)

نظم ''سہارے'' میں شاعر مذکور کا انداز کچھ مختلف ہے کہ دھوکا دہی اور فریب کا ذکر کرتے ہوئے محنت کرنے کا درس دیا ہے :

تھوڑاں دیس بھولے دیاں فیر ویکھو لائی ٹیک لوڑاں دی بے لوڑیاں تے
آندا خوب اے جوہریاں، ہیریاں دا، نقلی روپ چڑھا کے، روڑیاں تے (20)

تقسیم ہندوستان کے بعد انگریزوں نے اس دھرتی کو چھوڑتے ہوئے یہاں کے لوگوں کو جاگیردارانہ نظام سے متعارف کروایا جس کے نتیجے میں امیر لوگ امیر تر ہوتے گئے اور غریب دو وقت کی روٹی کے بھی محتاج ہو گئے۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے طبقاتی کشمکش کو مختلف انداز سے جن نظموں میں بیان کیا ان میں ''لاباں دی بہار''، ''بکرعید'' اور ''کال نامہ'' شامل ہیں۔ ''لاباں دی بہار'' نظم میں فطرت نگاری کے حوالے سے لہلہاتے کھیتوں کی تعریف کی ہے جبکہ ان فصلوں سے حاصل ہونے والے منافع سے ضروریات زندگی کے پورے ہونے کے بارے میں بتاتے ہوئے امیر اور غریب طبقات کی عکاسی کی گئی ہے :

ہانیاں دے ساہواں، مُتاں ترلیاں دا سیک
بھکھاں دیاں مہراں اتے سینیاں دے چھیک
رجے بچے لان، ڈھول سمی دی پے ہیک
طبلیاں، سرنگیاں، رباباں دی بہار
آئی فیر مونجی دیاں لاباں دی بہار (21)

نظم ''بکرعید'' میں مزدور اور غریب لوگوں کی تصویر کشی کرتے ہوئے اسلام کا بول بالا کرنے والوں کی حقیقت بتائی گئی ہے اس کے علاوہ سماج میں بسنے والے غریب اور دکھی لوگوں کے دکھ اور تکلیف سننے کی بجائے ان پر ہنسنے اور طنز کرنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے :

بھکھے ننگے ماڑے مندے
مورکھ کملے کپڑے گندے

بدھے ہوئے حکم دے بندے
پرکے ہویاں نوں پرکاوٗ
لاہو کھلاں بکر عید مناوٗ (22)

''کال نامہ'' نظم میں سماج میں قحط کی صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے غریبوں کے گھروں میں ہونے والے فاقوں کا منظر پیش کیا گیا ہے جن کی محنت سے بیجی ہوئی فصلیں پردیسی لوک خرید رہے ہیں اور وہ خود سوکھی روٹی کھانے پر مجبور ہیں :

جاندیاں بند سڑکاں نوں پئے پچھوں ویکھن واہک
بیجیا وڈھیا لد لدا کے لئی جاندے پردیسی گاہک
راٹھ بنن سیٹھاں دی سامی ہوئے راٹھاں دے ساک
روندے نیں پے وچ اٹھوارے ورھے دی کھٹی روڑھ
کال وچاریاں مزدوراں دے دتے لک تروڑ (23)

کسی بھی ملک کے سیاسی حالات اس کے سماج میں بسنے والے لوگوں کو متاثر کرتے ہیں۔ تقسیم ہندوستان کے دوران میں اور آزادی ملنے کے بعد لوگوں کو بے تحاشا مشکلوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سیاسی حوالے سے لکھی گئی نظموں میں ''آئے فیر مداری آئے''، ''سادھ''، ''توں کیہ جانے''، ''پروگرام'' تے ''سڑکاں'' شامل نیں۔

کہتے ہیں کہ جس طرح کی عوام ہو اسے حکمران بھی ویسے ہی ملتے ہیں۔ الیکشن کے دوران میں عوام کی ہمدردی میں لگائی جانے والی کھوکھلی نعرہ بازی سے ان کے دل جیتنے والے حکمران اقتدار سنبھالنے کے بعد بے مروتی اور بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے جن نظموں میں حکمرانوں کی بے حسی کو بیان کیا ہے۔ ان میں ''آئے فیر مداری آئے'' اور ''سادھ'' نظمیں شامل ہیں۔ ان نظموں میں حکمرانوں کو کہیں ''مداری'' اور کہیں ''سادھ'' کہا گیا ہے جو صرف اپنے مفاد کے لیے حکومت کرنے آتے ہیں۔ انہیں عوام سے کوئی دلچسپی و ہمدردی نہیں ہے۔ ووٹ لینے کے لیے خدمت انسانی کے نعرے لگانے والے حکمران جیتنے کے بعد عوام کی مشکلات دور کرنے کی بجائے صرف اپنے مفاد کے بارے میں سوچتے ہیں:

آئے بندے چارن دے لئی
ادھمویاں نوں مارن دے لئی

ڈھولر نویں اسارن دے لئی
ڈھاون ڈھٹھی ڈھاری آئے
آئے فیر مداری آئے (24)

حکمران عوام کے دیئے ہوئے پیسوں پر کوٹھیاں اور ملیں خریدتے ہیں۔ ان حکمرانوں کے لیے گرجوں اور چیلوں کو بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے:

آ بنیئے گرجاں اِلاں ملت دیاں لاہیے چھلاں
ونڈ کھاییے کوٹھیاں ملاں چل ولئے ساریاں ولاں
آ کوٹھی دے وچ بہہ کے کجھ کریئے دل دیاں گلاں
توں میرا بھیت نہ بھنیں، میں تیری گل نہ تھلاں (25)

اسی طرح عوام کی بے بسی کی عکاسی ''سڑکاں'' نظم میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ حکمران عوام کے دیئے ہوئے ٹیکسوں سے خودتو عیش کرتے ہیں لیکن عوام کو زندگی کی بنیادی سہولتیں بھی فراہم نہیں کی جاتی جن میں بغیر منصوبے اور کم پیسوں میں بنائی گئی سڑکیں بھی شامل ہیں:

نویں نروئی سڑک ایتھے اٹھوارہ مساں لنگھاندی اے
اج بھرتیچے کھالی جیہڑی کل مڑ پٹی جاندی اے (26)

آزادی وقومی شاعری کے حوالے سے لکھی گئی نظموں میں ''۶ ستمبر ۱۹۶۵ء دی رات''، ''قائداعظم تے سوشلزم'' اور ''۱۴ اگست ۱۹۴۷ء'' شامل ہیں۔

نظم ''۶ ستمبر ۱۹۶۵ء دی رات'' میں خوبصورتی سے ۱۹۶۵ء کی جنگ کا نقشا کھینچا ہے۔ رات کے اندھیرے میں بھارت کی طرف سے ہونے والے حملے کا پاکستانی سپاہیوں نے جوانمردی سے مقابلہ کیا اور یہ ثابت کیا کہ اچانک کیے جانے والے حملے کے لیے بھی گبھرو جوان ہر وقت لڑنے کے لیے تیار رہتے ہیں:

پایا آپ کراہ راہیاں نوں پگڑ کراہیاں راہیاں نے
کٹے ظلم تباہیاں دے مڑ آپے ظلم تباہیاں نے
کلیاں کلیاں ویہہ ویہہ بھیڈ ولاہے پاک سپاہیاں نے
وچھی اگ دی چادر دے وچ تھکی مردے کجدی رات
جیوں جیوں ڈبدے گئے کجھ تارے تیوں تیوں گئی ایہہ سجدی رات (27)

اسی طرح نظم ''قائداعظم تے سوشلزم'' میں جنگ آزادی کے حوالے سے قائداعظم کے چٹا گانگ میں طلبا سے خطاب کوشعری روپ میں بیان کیا ہے۔اس نظم میں مسلمانوں کوکمیونزم اور سوشلزم سے دور رہنے کی تاکید کرتے ہوئے انہیں بطور مضبوط قوم ثابت کیا گیا ہے:

اک قرآن اساڈا اکو پاک رسولؐ خدا
پرچم لال یا پیلے جھنڈے دا نہیں ساہنوں چا
کسے ازم دا نال اساڈے نہیں کوئی اکا جوڑ
کمیونزم یا سوشلزم دی نہیں کوئی ساہنوں لوڑ (28)

''۱۴اگست ۱۹۴۷ء'' نظم میں ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے دس سال پہلے بیتے ہوئے ظلم وستم کا جائزہ لیتے ہوئے انسانوں کو بھیڑیئے کا روپ دھار کے ایک دوسرے کا قتل کرتے دکھایا ہے۔اس کے علاوہ اس دن بہت سے گاؤں جلائے گئے اور کئی پاکدامن بیبیوں کی عصمت لٹی، سکھوں کے ہاتھوں بربادی ہوئی اوران قربانیوں کے بعد اج کے دن ہی آزادی کا بول بالا ہوا اور غلامی ختم ہوئی بے شک وہ دن بیت گئے ہیں لیکن خیالوں میں یہ بربادی ہمیشہ آباد رہے گی:

سدا فقیر خیالاں دے وچ ایہدا جھکھڑ جھلے گا
جیوندیاں جی دنیا تے مینوں، اج دا دن نہ بھلے گا (29)

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کے شعری مجموعے ''دیوے تھلے'' میں کچھ ایسی نظمیں بھی شامل ہیں جن میں ہمت، حوصلے اور عمل کا درس دیا گیا ہے۔مسعود خاں ارحم اپنے مضمون ''ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ایک قومی شاعر'' میں لکھتے ہیں:

> ''محنت تے عمل، عمل تے محنت ایہہ دوا کھر ایہہ دودلی جذبے حیاتی دیاں بھرویاں علامتاں ڈاکٹر فقیر ہوراں دی شاعری تے حیاتی دا سرناواں نیں۔انہاں دی شاعری وچ زندگی ٹردی پھردی وکھالی دیندی اے۔''(30)

جن نظموں میں عمل کا درس دیا گیا ہے ان میں ''سرت سنبھالو'' اور ''کنڈھے بیٹھے'' نظمیں شامل ہیں۔''سرت سنبھالو'' نظم میں ڈاکٹر صاحب نے اصلاحی انداز میں آزادی حاصل ہونے کے بعد وطن میں بسنے والے بزرگ وجوان، چھیڑوؤ، آڑھتیو، زمینداروں کو ہمت وحوصلے سے آگے بڑھنے کی تاکید کرتے ہوئے غریب لوگوں کا خون نہ جوسنے کی تنبیہہ کی ہے۔اس کے علاوہ ترقی کی منزلیں طے کرکے دنیا کے برابر کھڑے ہونے کا درس بھی دیا ہے:

نال بہار چمن دی دسن لڑدے بوٹے ویلاں
خاراں وانگوں پھلاں تے نیں ہوئیاں سک تریلاں
مالیو وچ بہار خزاں دیاں ہسن شام سویلاں
کھو ہو کھنب نہ پنچھیاں دے، نہ آہلنیاں نوں بالو
آزادو اوئے آزاد و بے سرتو، سرت سنبھالو (31)

''کنڈھے بیٹھے'' نظم میں ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے زمانے کے بدلتے ہوئے رجحانات کے حوالے سے بات کرتے ہوئے انسانوں کو ظالم بچھوؤں کا روپ دھارتے دکھایا ہے۔اس کے علاوہ زبانی کلامی دعوے کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے بلکہ محنت اور لگن سے کئے گئے کاموں کا صلہ ضرور ملتا ہے۔اب تو ظلمت کے اندھیرے دور ہو چکے ہیں کیوں کہ ہر طرف آزادی کی سویر ہو گئی ہے اس لئے کام اور محنت پر توجہ دینی چاہیے کیوں کہ کنارے پر بیٹھے ہوئے کبھی بھی طوفان کی آفت کا اندازہ نہیں لگا سکتے جس طرح لکھتے ہیں:

گلاں کرنیاں چھڈو ہن تے کم کرن دا ویلا اے
بیت گئی اے رات ہنیری ہویا نور سویلا اے
چھڈو یار فقیر ہن ایویں پھوکے زور بیاناں دے
پھس جاندے نیں کانگاں دے وچ کیکر بیڑے جاناں دے
کنڈے بیٹھے کر نہ سکن اندازے طوفاناں دے (32)

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کے شعری مجموعے ''دیوے تھلے'' میں دو نظمیں ''مسجد اقصیٰ'' اور ''شامرونی مہاجر'' میں سانحہ مسجد اقصیٰ بیان کیا گیا ہے۔مسجد اقصیٰ کو جلانے کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مسجد اقصیٰ وہ مقدس مقام جسے قبلہ اول کہا گیا اور جہاں سے حضور ﷺ آسمانوں کی سیر کے لیے حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ براق پر بیٹھ کر روانہ ہوئے۔انٹرنیٹ پر دی گئی معلومات کے مطابق :

"In addition to this, up until the 2nd year of Hijira (623/624 AD), the prophet Muhammad (SAW) turned and faced Al masjid Al Aqsa as the direction for his prayers. In his

lifetime though, the most memorable reason why Al masjid Al Aqsa has such significance is because it was the place to which he travelled on the night of Israa, and it was the location from which he made his Miraaj to the heaven. The journey of occasion that Allah revealed verses relating to this journey in the Holy Quran."(33)

یہودیوں اور شامرون کے ظلم وستم کی نندیا کرتے ہوئے ڈاکٹر فقیر نے آدمؑ، شیثؑ، نوحؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ اور موسیٰؑ عیسیٰؑ کا حوالہ دیتے ہوئے اس سانحہ پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔انھوں نے مسجد اقصیٰ کے دوبارہ آباد ہونے کی امید دلائی ہے۔یہ حقیقت ہے کہ یہودی کبھی فلاح نہیں پاسکیں گے اور اس مقام کی حفاظت خود اللہ کرے گا۔جس طرح لکھتے ہیں:

بے سرتاں صدیاں دے ستے، جاگے نیں شیر محمدؐ دے
جھولن گے مسجد اقصیٰ تے، پے جھنڈے فیر محمدؐ دے
اڈیا جے فیر فقیر ایہناں چا جنگ وجدل دا آہڈا اے
اوہ مالک مسجد اقصیٰ دا، کلا ای سب توں ڈاہڈا اے (34)

یوں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر فقیر کے پاس الفاظ و مواد کی فروانی ہے جو ان کے علم کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔انھوں نے اپنی نظموں کے ذریعے نہ صرف ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کی بلکہ آزادی ملنے کے بعد لوگوں کو ہمت، حوصلے اور عمل کا درس بھی دیا۔انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے مزدور اور غریب طبقے سے ہمدردی اور خیر خواہی کا اظہار کیا۔

☆☆☆☆

حوالے

-1 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،لاہور:بزمِ فقیر پاکستان،دوجی وار،اکتوبر2007ء،ص118

-2 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص160

-3 تنویر حسین،اصناف،ادب اُردو،لاہور:اورینٹ پبلشرز،1993ء،ص25

-4 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص28

-5 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص41

-6 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص168

-7 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص87

-8 شریف کنجاہی،مرتب؛مختصر پنجابی لغت،لاہور:شعبہ پنجابی پنجاب یونیورسٹی،1981ء،ص231

-9 خواجہ عبدالمجید،مرتب؛جامع اللغات،لاہور:اُردو سائنس بورڈ،1989ء،ص136

-10 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص62

-11 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص93

-12 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص75/74

-13 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص105

-14 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص154

-15 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص126

-16 محمد جنید اکرم، ترتیب کار؛ کچی منڈیر پر ایک چراغ، لاہور: بزمِ فقیر، پاکستان: پہلی بار اگست 2011ء،ص95

-17 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص134

-18 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص122

-19 محمد جنید اکرم،مرتب؛دیوے تھلے،ص136

-20 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص153

-21 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص139

-22 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص150

-23 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص151

-24 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص45/44

-25 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص146

-26 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص42

-27 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص72

-28 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص96

-29 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص144

-30 علی عرفان اختر، سید، مرتب؛ ادب دے موتی، لاہور: لہراں ادبی بورڈ، پہلی وار مئی 2005ء، ص120

-31 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص35

-32 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص38

-33 www.visitmasjidalaqsa.com

-34 محمد جنید اکرم، مرتب؛ دیوے تھلے، ص157